مولانا محمد تقی امینی

(۸)

ہدایت القرآن

دوسرا گروہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔۔۔ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ؀

"بے شک جو لوگ کفر پر جمے رہے، برابر ہے ان کے حق میں کہ آپؐ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے[۱]۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے[۲]۔"

جس طرح بارش یکساں طور پر ہر قسم کی زمین میں ہوتی ہے لیکن اس سے وہی زمین

---

[۱] ۔ یہ دوسرے گروہ کی حالت وکیفیت کا بیان ہے ۔ اللہ نے انسان کے اندر جو رُوحانی کیفیت (قلب کی روشنی) پیوست کی ہے وہ انسان کے غلط کاموں کی وجہ سے رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ ایک مرحلہ وہ بھی آتا ہے ۔جس میں رُوحانیت سلب ہو کر ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اس موقع پر اسی مرحلہ کا ذکر ہے ۔

متقین کے مقابلہ میں کافرین کا ذکر بجائے خود اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سے عام کافر مراد نہیں بلکہ خالص کافر مراد ہیں ۔

(۱) وہ جن کی ذہنیت مسخ ہو جاتی ہے ۔

(۲) وہ جن کے احساس وشعور تک میں تبدیلی آجاتی ہے ۔

(۳) وہ جن کے اخلاقی قدروں کے پیمانے بدل جاتے ہیں ۔ پھر وہ صورتِ حال نمودار ہوتی ہے جس کا ذکر آیتوں میں ہے کہ ان کو بُرے نتائج سے آگاہ کرنا نہ کرنا، ڈرانا نہ ڈرانا دونوں برابر ہوتے ہیں ۔

اس حالت وکیفیت سے کتابِ ہدایت کی کارگزاری میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا ہے

فائدہ اٹھاتی ہے جو پیداوار کے لحاظ سے اس کو جذب کرتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی سب کو فائدہ پہنچانے کے لیئے ہوتی ہے لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں۔ جن کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اگر بارش کے باوجود بنجر زمین میں پیداوار نہیں ہوتی تو اس میں بارش کا قصور نہیں بلکہ زمین کا ہے کہ اس نے اپنی پیداواری صلاحیت کھوئی ہے اگر سورج کی روشنی کے باوجود ان کو دکھائی نہیں دیتا ہے جن کی بینائی ختم ہوچکی ہے تو اس میں سورج کا قصور نہیں ہے بلکہ اُن کا قصور ہے جنہوں نے بینائی ختم کردی ہے۔

یہ حالت وکیفیت زندگی میں اُس وقت نمودار ہوتی ہے جب کہ خواہشات کی پیروی ودنیا پرستی اس حد کو پہنچ جائے کہ اپنا فائدہ حاصل کرنے اور اپنی خواہش پوری کرنے میں انسان وحیوان کے درمیان فرق نہ رہ جائے جس طرح حیوان کسی انسانی واخلاقی قدروں کی پرواہ کیئے بغیر اپنی روٹی روزی کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کسی قسم کی پرواہ کیئے بغیر اپنے فائدے اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ جاتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں دنیا پرستی اور اس کے اثرات کا ذکر ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ٥ (النحل ۱۰۸)	یہ (غضب وعذاب عظیم) اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی محبت میں ڈوبے رہے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ نے مہر کردی ہے اور یہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔

اس گروہ میں سرفہرست وہ سردار وزردار اور لیڈر وپیشوا ہیں جو دنیا پرستی وخواہشات کی پیروی میں ڈوبنے کے بعد ہر اس بات میں ضدی وہٹ دھرم نظر آتے ہیں جس سے ان کے مفاد یا اقتدار میں کسی درجہ بھی زد پڑنے کا اندیشہ ہو خواہ وہ کتنی ہی حق بات کیوں نہ ہو؟

۲ - مُہر باہر سے لاکر نہیں لگائی جاتی بلکہ انسان جو غلط کام کرتا رہتا ہے یہ مہر

اس کا قدرتی نتیجہ ہوتی ہے، جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے کا قدرتی نتیجہ جل جانا اور سنکھیا کھا لینے کا قدرتی نتیجہ مر جانا ہے، اسی طرح دنیا پرستی میں ڈوب جانے کا قدرتی نتیجہ مہر لگ جانا ہے یہ قدرتی نتیجہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقررہ قانون کے مطابق ہوتا ہے اس بنا پر اس کی نسبت اللہ کی طرف کردی گئی ورنہ تمام وہ فعل اصلاً انسان ہی کرتا ہے جن کا قدرتی نتیجہ مہر لگ جاتا ہے۔

مہر لگ جانے سے قلب و ذہن ایسے بے حس ہو جاتے ہیں کہ اب نہ تبشیر (خوشخبری سنانا) سے کام چلتا ہے اور نہ انذار (ڈرانا) سے کوئی جنبش ہے یعنی اچھے کاموں کے اچھے بدلہ پر بشارت دینے سے ان کاموں کی طرف رغبت و کشش نہیں پیدا ہوتی ہے اسی طرح برے کاموں پر دنیا و آخرت میں خطرات و ہلاکت خیزی کی خبر سے کوئی ڈر اور خوف ایسا نہیں پیدا ہوتا جو انہیں جھٹکا دے کر ہدایت کی راہ پر لگا دے۔

یہاں گفتگو چونکہ ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے لحاظ سے ہے اس بنا پر قطرتاً انذار (ڈرانے) کے پہلو کو غلبہ حاصل ہوا اور خوشخبری سنانے کے بجائے ڈرانے اور خوف دلانے کو ترجیح ہوئی۔

تیسرا گروہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔۔۔ يَعْمَهُوْنَ ؕ

کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ (سچے) مومن نہیں ہیں۔ اللہ سے اور ایمان والوں سے وہ چالبازی کرتے ہیں، اور نہیں سوچتے ہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں، ہوشیار ہو جاؤ وہی لوگ فسادی ہیں، لیکن نہیں سمجھتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان

لاتے تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں، جان لو وہی بے وقوف ہیں۔ لیکن نہیں جانتے ہیں اور جب ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں سے) ہنسی مذاق کرتے ہیں، اللہ ان سے ہنسی مذاق کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ پھر نہ انکی تجارت ان کے لئے نفع بخش ثابت ہوئی اور نہ وہ ہدایت پانے والے ہوئے[۱]

ا ۔ وہ ایمان و یقین کا دعوی کرتے ہیں لیکن سچے مومن نہیں ہیں۔

ب ۔ وہ چالبازی سے کام نکالنا چاہتے ہیں لیکن نہیں سمجھتے کہ یہ چالبازی کس کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس کے انجام بد سے کون دوچار ہو رہا ہے، یہ چالبازی اللہ کے ساتھ اور اس کے سچے مومن بندوں کے ساتھ کر رہے ہیں جس کا خمیازہ کسی اور کو نہیں خود انہیں کو بھگتنا پڑے گا۔

ج ۔ وہ دل کی بیماری نفاق میں مبتلا ہیں اور یہ بیماری ان کے رویہ سے دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے۔

د ۔ وہ فساد کو اصلاح سمجھتے ہیں اور خود کو جو مفسد ہیں مصلح قرار دیتے ہیں۔

ہ ۔ وہ اللہ کے سچے مومن بندوں کو حقیر سمجھتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ نہیں جانتے کہ مذاق خود ان کے ساتھ ہو رہا ہے کہ ان کو سرکشی میں مہلت و ڈھیل ملتی جارہی ہے۔

نفاق جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے وہ دراصل قلب کی ایک بیماری کا نام ہے جو دنیا کی لذت اور خواہش کے شدید غلبہ سے پیدا ہوتی ہے، جس طرح سست کرنے والی چیزوں (مخدرات) کے استعمال سے اعضاء کی حس ماؤف ہو جاتی ہے۔ اور گرمی و سردی کا احساس نہیں باقی رہتا ہے اسی طرح اس بیماری سے قلب کی نورانی حس ماؤف ہو جاتی ہے اور حق و صداقت کا احساس نہیں باقی رہتا ہے۔

[۱] یہ تیسرے قسم کے لوگوں کی حالت و کیفیت کا بیان ہے۔

بس اپنا اقتدار اور اپنی جاگیر برقرار رکھنا پیش نظر ہوتا ہے اگرچہ اس کی خاطر کتنی ہی اخلاقی قدروں کو پائمال کرنا پڑے، اور کتنی ہی مکر و فریب کی روش اختیار کرنی پڑے۔ اس بیماری (نفاق) کی بہت سی ڈگریاں ہیں اور انہیں کی مناسبت سے مذکورہ حالت وکیفیت پائی جاتی ہیں، آخری ڈگری عقیدہ میں نفاق کی ہے جس میں نورانی صلاحیت بالکلیہ ختم ہوجاتی ہے، یہ درجہ کفر سے بھی بدتر ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ — بے شک منافقین آگ کے نچلے درجہ میں ہوں گے۔ (النساء آیت ۱۴۵)

بیشتر مفسرین نے زیر بحث آیتوں میں بھی آخری ڈگری مراد لی ہے لیکن یہ موقع چونکہ ان مختلف گروہوں کے تعارف کا ہے جن سے کتاب ہدایت کو سابقہ پیش آنے والا ہے۔ اور تعارف کے موقع پر وہ باتیں زیادہ اہم سمجھی جاتی ہیں جو افراد میں عام طور پر پائی جاتی ہوں اور جن سے تعارف میں دشواری نہ ہو۔ اس بنا پر آیتوں میں بیماری (نفاق) کی آخری ڈگری نہیں بلکہ اس سے پہلے کی ڈگریاں مراد ہوں گی۔ جن میں وہ ایمان نہیں باقی رہتا ہے جو حق و صداقت کے آگے جھکنے پر مجبور کردے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (حالاں کہ وہ مومن نہیں ہیں)، میں اسی ایمان کی نفی کی گئی ہے۔

پہلے کی ڈگریوں میں جس قدر ایمان رہتا ہے وہ اس قدر ضعیف ہوتا ہے۔ کہ اس کی گرفت اخلاق وکردار پر باقی نہیں رہتی ڈھیلی ہوجاتی ہے اور زندگی میں حرص و ہوس کینہ وحسد وغیرہ جراثیم کا غلبہ ہوجاتا ہے۔

نفاق کی یہ حالت وکیفیت بیشتر یہود وعیسائی اور ان کے مذہبی پیشواؤں میں پائی جاتی تھی جو ایمان وخدا پرستی کا دعوی کرتے تھے، توریت وانجیل کو کتاب ہدایت مانتے تھے اور اپنے سوا سب کو دین حق سے محروم سمجھتے تھے یہ حالت وکیفیت ہر زمانہ کے ان افراد میں پائی جاتی ہے جن کو مذہب کے نام پر جاگیر واقتدار حاصل ہے اور گدی پر قبضہ ہے۔ وہ ہر اس بات کی مخالفت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جو ان کے پائمال شدہ مسلک سے ذرا بھی ہٹی ہوتی ہیں، وہ حق و صداقت کی ہر

اس بات کا انکار کرتے ہیں جس سے ان کی جاگیر، گدّی اور اقتدار کو خطرہ نظر آتا ہے۔

دوسرے گروہ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي تا لَا يَرْجِعُونَ ٥

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے روشنی کے لئے آگ جلائی
اور پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ نے
ان کی بینائی چھین لی اور انہیں اندھیرے میں پڑا رہنے دیا وہ بہرے
گونگے اور اندھے ہیں اب وہ نہ لوٹیں گے

یہ دوسرے گروہ کی مثال ہے جو ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم کر چکا ہے اور ہدایت کی روشنی سے محروم رہا۔ یہ محرومی عین اس وقت ظاہر ہوئی جب کہ ہدایت کی روشنی سے لوگ فائدہ اٹھا کر سیدھے راستے پر لگ رہے ہیں لیکن یہ گروہ چونکہ اپنے اندر کی روشنی (روحانی کیفیت یا نور قلب) بجھا چکا ہے۔ جو باہر (ہدایت) کی روشنی کے لئے ضروری ہے۔ اس بناء پر اس سے وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا اور اندھا بہرا گونگا بن کر رہ گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قافلہ تاریکی میں بھٹک رہا ہو، راستہ سجھائی نہ دیتا ہو۔ کسی نے آگ جلا کر راستہ دکھانے کی کوشش کی اور آگ سے اردگرد روشنی پھیل گئی لیکن ایسی حالت میں قافلے والوں کی بینائی ختم ہو گئی اور راستہ دیکھنے اور اس پر چلنے سے بدستور محرومی رہی۔ اس مثال سے ثابت ہے کہ جس طرح دن کی روشنی دیکھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے آنکھ کی بینائی ضروری ہے اسی طرح ہدایت کی روشنی کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے دل کی بینائی (روحانی کیفیت یا نور قلب) ضروری ہے جس کی طرف اشارہ متقین میں ہو چکا ہے۔

تیسرے گروہ کی مثال

اوكصيب من السماء تا على كل شئ قدير ٥

"یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے زوردار بارش ہو جس میں

اندھیرا گرج اور بجلی ہو لوگ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں کڑک کے سبب موت سے بچنے کے لئے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ایسا لگتا ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے جائے جب ان پر چمکتی ہے تو اسکی روشنی میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت (آنکھ اور کان) کو بالکلیہ ختم کر دے بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

یہ تیسرے گروہ کی مثال ہے۔ جس کی ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت اگرچہ ابھی ختم نہیں ہوئی لیکن اس سے کام لینے کی صلاحیت مردہ ہو چکی ہے جس میں جان ڈالنے کی ضرورت ہے آسمان سے ہدایتِ الٰہی کی بارش ہو رہی ہے جس سے فائدہ اٹھانے کے لئے طبیعت آمادہ ہے لیکن خودغرضی و مفاد پرستی کی تاریکیوں نے عزم و ہمت کو پست کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ طبیعت کی آمادگی سے کام نہیں لے رہا ہے پھر اس کے سامنے وہ دشواریاں بھی ہیں جو ہدایت قبول کرنے کے نتیجے میں لوگوں کو پیش آتی ہیں اور وہ قربانیاں بھی ہیں جو اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھنے کے نتیجے میں لوگوں کو دینی پڑتی ہیں۔ خطرہ ہے کہ اگر ہدایت قبول کر لی گئی تو انہیں مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس سے ہدایت قبول کرنے والے ابتداء میں دوچار ہوئے اور انہیں مفادات کی قربانی دینی پڑے گی جیسی لوگوں کو دینی پڑی ہے۔

یہ گروہ بس اسی حد تک ہدایت کی روشنی سے فائدہ اٹھاتا ہے جس حد تک اس کے اغراض و مفادات کی تسکین کا سامان نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ گمراہی کی تاریکیوں میں پھنسا حیران و پریشان کھڑا رہتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی قافلہ زوردار بارش میں گھر گیا ہو اس کو بادل کی تاریکیوں اور گرج و کڑک ہر ایک سے سابقہ ہو۔ ادھر برداشت کی طاقت اور چلنے کی ہمت نے جواب دے دیا ہو اور اس انتظار میں حیران و پریشان کھڑا ہو کہ کہیں سے روشنی نظر آئے تو اپنا سفر جاری کرے چنانچہ جب بھی بجلی چمکی چل دیا غائب ہوئی رک گیا۔ جس طرح طوفان میں کھڑا ہوا یہ قافلہ کبھی چلنے سے رک جاتا ہے اور کبھی موقع پاکر چلنے لگتا ہے اسی طرح یہ گروہ کبھی ہدایتِ الٰہی کی روشنی میں چلنے لگتا ہے اور کبھی اغراض و مفاد کی بھول بھلیوں

میں گم رہتا ہے اور پھر مکر و فریب اور فتنہ و فساد کی وہی روش اختیار کرتا ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذر چکا ہے قرآن نے اس کے لئے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (وہ سچے مومن نہیں ہیں، فرمایا اگر یہ سچے مومن ہوتے تو کتاب ہدایت پر بھی سچائی کے ساتھ ایمان لاتے اور اخلاق و کردار کو بھی اس کے مطابق ڈھالتے۔

پھر انجام کے لحاظ سے یہ گروہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک حصہ اغراض و مفاد سے بلند ہو کر چلنے کی ہمت پیدا کر لیتا ہے اور طبیعت کی آمادگی کے مطابق ہدایت قبول کر کے سچے مومنین میں شامل ہو جاتا ہے اور دوسرا حصہ بدستور اپنی حالت پر قائم رہتا ہے اور اسکی حرکتوں کی وجہ سے اللہ کی سنت کے مطابق رفتہ رفتہ ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوتے ہے) میں اسی دوسرے کی طرف اشارہ ہے جبکہ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (اور اگر اللہ چاہے تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت ختم کر دے) میں پہلے کی طرف اشارہ ہے۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمد
کی
حد درجہ جامع تصنیف

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجئے

اعلیٰ سفید کاغذ ○ عمدہ طباعت ○ قیمت فی نسخہ ۲۰ روپے